تحریک وقفِ عارضی تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی عملی تفسیر ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ رجنوری ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

مجھے بتایا گیا ہے کہ وقف عارضی کی جو تحریک جاری کی گئی تھی اس کی طرف احبابِ جماعت اب اس قدر توجہ نہیں دے رہے جتنی شروع میں دی اور جتنی توجہ کی ضرورت ہے۔

تحریک وقف عارضی یہ ہے کہ احمدی دوست کم از کم پندرہ دن کے لئے (دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک) عارضی طور پر وقف کریں اور اپنے خرچ پر اُس جگہ جائیں جہاں اُن کو بھیجا جائے اور اپنے خرچ پر وہاں یہ ایام گزاریں۔ اس تحریک کے پیشِ نظر ذہن میں بہت سے مقاصد تھے۔ اول تو یہ کہ جماعت احمدیہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں قائم کیا ہے اس کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ نوع انسانی کو محبت کے رشتوں میں باندھ کر امتِ واحدہ بنا دیا جائے اسی لئے ہمارا جو سب سے بڑا اکٹھ یعنی جلسہ سالانہ ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اغراض بتاتے ہوئے ایک فائدہ یہ بھی بتایا ہے کہ دوست آپس میں ملیں اور واقفیت پیدا ہو اور جو اخوت کا جذبہ ہے وہ ابھرے اور وہ لوگ جو ایک دوسرے سے فاصلوں پر رہائش رکھتے ہیں وہ ذہنی اور قلبی طور پر ایک دوسرے کے قریب آجائیں۔ ان کا پیار بڑھے اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے پیشِ نظر وقف عارضی کے ماتحت دوست ربوہ سے سیالکوٹ چلے جاتے ہیں۔ سیالکوٹ سے جھنگ آجاتے ہیں۔ لائلپور سے سرگودہا چلے جاتے

ہیں۔ سرگودھا والے دوسرے اضلاع میں مختلف جگہوں پر چلے جاتے ہیں۔ غرض جہاں دفتر اپنی سمجھ کے مطابق ضروری سمجھتا ہے وقف عارضی کے وفود کو مختلف جگہوں پر بھیج دیتا ہے۔ یہ واقفین وفد کی شکل میں دو افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس میں احمدی بہنیں بھی حصہ لیتی ہیں اور ان کو باہر صرف اس صورت میں بھجوایا جاتا ہے جب کہ وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ یا والد کے ساتھ یا اپنے بھائی کے ساتھ باہر جاسکیں ورنہ ان سے اپنے ہی شہر یا قصبہ میں عورتوں کی تربیت وغیرہ کے کام لئے جاتے ہیں تا کہ بہنیں بہنوں سے خدا کی رضا کی خاطر حسن معاملہ اور پیار کے تعلقات قائم کریں اس صورت میں ایک حصہ رہ جاتا ہے لیکن جو دوسرے مقاصد ہیں ان میں وہ تھوڑا سا شامل ہوتی ہیں اور فائدہ اٹھاتی ہیں لیکن میرے خیال میں تحریک وقف عارضی میں سینکڑوں ایسی احمدی بہنیں شامل ہوتی ہیں جو باہر جاسکتی ہیں اس لیے کہ ان کے محرم انہیں ایام میں وقف کرنے والے تھے یعنی اُن کے خاوند یا ان کے باپ یا ان کے بھائی یا دوسرے قریبی رشتہ دار جو اسلامی اصطلاح میں محرم تھے۔ پس وقف عارضی کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ باہمی تعلقات بڑھیں اور وہ عظیم کام جو خدا تعالیٰ اس وقت جماعت احمدیہ سے لینا چاہتا ہے یعنی یہ کہ نوع انسانی کو ایک خاندان کی طرح بنا دیا جائے اس میں ہماری کوشش بھی شامل ہو ویسے تو یہ خدا کا آسمانوں پر فیصلہ ہے زمین پر تو وہ جاری ہوگا لیکن ہمیں ثواب پہنچانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے فضل اور رحمت سے ہمارے لئے بہت سی راہیں کھول دی ہیں قرآن کریم میں وحی کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اعلان کروایا گیا کہ بشر ہونے کے لحاظ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی دوسرے بشر میں کوئی فرق نہیں وقت آ گیا ہے کہ انسان اس بنیادی حقیقت کو سمجھنے لگے اور وہ معاشرہ ہماری اس زمین پر قائم ہو جائے جسے اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال وقفِ عارضی ایک حقیری کوشش ہے اپنے رب کے حضور جو پیش کی جاتی ہے اس امید اور یقین پر کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا اور اس کے نیک ثمرات پیدا ہوں گے۔ جانے والے بھی فائدہ اٹھائیں گے اور جہاں ان کو بھیجا جاتا ہے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

تحریک وقفِ عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقفِ عارضی پر جاتے ہیں ان کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ جانے سے قبل انہیں اپنی بعض کمزوریوں کی

طرف توجہ ہو جاتی ہے اور دعاؤں کی طرف ان کی توجہ مائل ہو جاتی ہے یعنی وقفِ عارضی پر جانے کی جو تیاری ہے اس کا بڑا حصہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرتے یا انہیں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جانے سے پہلے کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اور کچھ کتب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں اور اپنی غفلتوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہوئے انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ دوسری جگہ جائیں تو لوگوں کے لئے ایک نیک نمونہ بنیں ان کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ چنانچہ ہمارے وقفِ عارضی کے وفود نے دعاؤں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ جب سے یہ تحریک جاری ہوئی ہے سینکڑوں خطوط ہمارے دفتر میں موجود ہوں گے کہ کس طرح دعاؤں کی ان کو توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ پیار کا سلوک کیا۔ جہاں یہ وفود جاتے ہیں وہاں بھی لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ ان کو بھی خواب غفلت سے بیدار ہونا پڑتا ہے۔ انہیں بھی اپنے بھائی کے ساتھ مل کر نیکی کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑتی ہے۔ کئی دوستوں نے تو جا کر تہجد کی نماز بھی پڑھانی شروع کر دی۔ جو احمدی نماز باجماعت میں غفلت برت رہے تھے ان کو اس طرف توجہ دلائی اور خدا کی مسجدوں کو معمور کر دیا۔ غرض عملی طور پر بہت سے فائدے پہنچے کیونکہ جو شخص وقفِ عارضی پر باہر سے آنے والا ہے وہ سارا دن یا دعا کر رہا ہوگا یا دین کی باتیں کر رہا ہوگا وہ عقائد کے متعلق باتیں کر رہا ہوگا یا خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق باتیں کر رہا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دینی خزائن ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں وہ ان کے متعلق باتیں کر رہا ہوگا۔ قرآن کریم کی اس تفسیر اور نہایت ہی حسین تفسیر کے متعلق باتیں کر رہا ہوگا جو مہدی محمد کے طفیل ہمارے ہاتھ میں رکھی گئی ہے یعنی اس مہدی کی تفسیر جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور جنہوں نے جو کچھ بھی پایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں پایا اور وہ سب کچھ پایا جس کی اس زمانہ میں ضرورت تھی اور اس لئے پایا کہ اس کی بشارتیں خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے دی تھیں۔ پس یہ جو آج کی قرآنی تفسیر ہے وہ بطونِ قرآنی اور روحانی علوم اور دینی باتیں ہیں جن کا تعلق اس زمانہ سے خاص طور پر ہے۔ بنیادی باتیں تو وہی ہیں کیونکہ تفصیل میں

زمانہ بدلتا ہے بنیاد اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ پس جن تفصیلی باتوں کی اور جن چھپے ہوئے بطون کی آج کے زمانہ کو ضرورت تھی مہدی علیہ السلام کو دیئے گئے اس لئے اب احبابِ جماعت کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی علوم جدیدہ قرآنی سے واقفیت حاصل کریں اور اپنے ذہن میں ان باتوں کو تازہ رکھیں اور اپنے بھائیوں کو بھی بتاتے رہیں۔ یہ ذکر گھروں میں بھی، مساجد میں بھی اور مجلسوں میں بھی ہوتا رہنا چاہیئے۔ غرض وقفِ عارضی کے وفود ذہنی طور پر تیار ہو کر جاتے ہیں تا کہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن سکیں۔

جہاں تک اعتقادی باتوں کا تعلق ہے ان کا دہرانا بھی ضروری ہے۔ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اس میں غفلت کے نتیجہ میں کبھی ایک جگہ اور کبھی دوسری جگہ اسلامی عقائد میں بہت سی بدعات شامل ہوگئیں اور پھر وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو کھڑا کیا جن کو ہم مجدد اور مصلح کہتے ہیں۔ ولی اور مقربینِ خداوند کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے۔ ان کو کہا گیا کہ بدعات کو دور کرو اور اسلام کی خالص تعلیم کو پھر قائم کرو۔ جن باتوں کو لوگ بھول گئے ہیں وہ ان کو یاد کرواؤ اور صحیح، سچے اور حقیقی اسلام پر مسلمان کہلانے والوں کو قائم کرو۔ اس کی ہزار ہا مثالیں ہماری تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ پس ایک پہلو تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی حفاظتِ معنوی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم انتظام کیا ہے۔ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوتی ہے کیونکہ آپ رسول اور نبی ہیں قیامت تک کے مسائل کو حل کرنے والے اور اس شریعتِ کاملہ کو لانے والے جس سے باہر کسی اور شریعت کی ضرورت نہیں اور جس کے بعد کسی اور قانون کی حاجت نہیں لیکن انسان بھول جاتا ہے وہ روحانی طور پر نیم مردہ یا مر جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انسان کو زندہ کرنے کا انتظام کرتا ہے۔ جگہ جگہ اور زمانہ زمانہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے اور اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم غفلت کی نیند سو جائیں اور ہمیں کوئی جگانے والا آئے۔ ہم بدعات کا شکار ہو جائیں اور حقیقی اسلام کو پیش کرنے کے لئے کسی کو ہمارے لئے کھڑا کیا جائے بلکہ ہمیں چوکس اور بیدار رہ کر حقیقی اسلام کی جو باتیں ہیں، قرآن کریم میں ذاتِ باری اور صفاتِ باری کے متعلق ہمیں جو علم دیا گیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بلند مرتبہ بتایا

گیا ہے، قرآن کریم کی جو عظیم شان ہمارے سامنے رکھی گئی ہے اس کو دہراتے رہنا چاہیئے۔

قرآن کریم بڑی ہی عظیم کتاب ہے۔ ہم اس کے متعلق جتنا سوچتے ہیں اتنا ہی ہم اس کو بلند سے بلند تر پاتے ہیں اور اس کی خوبیوں کا اور اس کی گہرائی کا اور اس کی رفعت کا اور اس کی وسعت کا انسانی دماغ اندازہ نہیں کرسکتا۔ یہ خدا کا کلام ہے اس لئے غیر محدود برکات اور غیر محدود صفات کا حامل ہے اور غیر محدود بطون اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔ یہ انسان کا کام نہیں کہ اس کی حد بندی کرے لیکن انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کو مہجور نہ بنائے اور اس کی تعلیم کو نہ بھلائے کیونکہ یہ ایک ایسی بھول ہے جس سے نسلیں تباہ ہوجاتی ہیں اور علاقے کے علاقے مردہ ہوجاتے ہیں۔ تب انہیں ازسرِنو زندہ کرنے کے لئے اور انہیں ازسرِنو انسانی شرف عطا کرنے کے لئے ایک دوسرا ذیلی نظام حرکت میں آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے ذمہ جو کام ہے وہ ایک تسلسل کو چاہتا ہے۔ جو مصلح آتے ہیں وہ کلی طور پر تو نہیں لیکن ایک حد تک تسلسل ٹوٹنے کے بعد آتے ہیں۔ ہمارے سپرد جو کام ہے اسے مسلسل حرکت میں رہنا چاہیئے اور آگے بڑھنا چاہیئے۔ ہم کسی جگہ کھڑے نہیں ہوسکتے۔ پیچھے ہٹنے کا تو سوال ہی نہیں۔ اس لئے جہاں اور بہت سے نظام قائم کئے گئے مثلاً تحریک جدید ہے، وقفِ جدید ہے، وہاں وقفِ عارضی بھی ہے اور ہزار قسم کی کوششیں ہیں جو جماعت کے اندر جاری ہیں تاکہ جماعت اپنے مقام کو یاد رکھے اور مقام یہ ہے کہ قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانے کی ذمہ داری ان کے اوپر عائد ہوتی ہے مگر دوست اس بات کو نہ بھولیں کہ قرآن کریم کو پھیلانے کی جو ذمہ داری ہے وہ تقاضا کرتی ہے کہ قرآن کریم کو پھیلانے سے پہلے ہم خود اسے جاننے والے ہوں، اس کے علوم سے واقف ہوں۔ دوسروں کو یہ کہنے سے پہلے کہ بڑی حسین اور عجیب تعلیم ہے اس پر عمل کرو خود اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ دوسروں کو یہ کہنے سے پہلے کہ اپنے بتوں کو توڑو اور جلا دو، خود اپنے صحنِ سینہ کو ہر قسم کے بتوں سے پاک کرنا چاہیئے۔ اس کے بغیر تو کوئی دوسرا آدمی ہماری بات نہیں مانتا۔ اگر ہزار بُت خود ہمارے اندر ہی پل رہے ہوں اور ہمیں خدا سے دور لے جانے والے ہوں تو ہم توحید خالص کو دنیا میں قائم ہی نہیں کرسکتے۔

پس تحریک وقفِ عارضی دراصل اصلاح نفس کے لئے ، اپنے محاسبہ کے لئے اور دوسروں کو اس طرف توجہ دلانے کے لئے جاری کی گئی تھی اور تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى (المائدۃ:۳) کی عملی تفسیر کی شکل میں اسے جاری کیا گیا تھا۔ بڑا اچھا کام ہوا ہے۔ اب تک ۲۵ ہزار کے قریب وفود جا چکے ہیں اور یہ بڑا اچھا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ جانے والوں کو اور ان سے فائدہ اٹھانے والوں کو اپنی رحمتوں سے نوازے لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے ہماری ذمہ داری ایک قائم رہنے والے اور وسعت اختیار کرنے والے تسلسل کو چاہتی ہے۔ اس ذمہ داری میں عملاً ایک وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ شروع میں جس وقت کسی زمانہ میں ایک ہزار احمدی تھا تو ایک ہزار آدمی کو سنبھالنے کی ذمہ داری تھی اور جس وقت وہ ایک کروڑ کے قریب پہنچ رہا ہے تو ایک کروڑ آدمی کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہے۔ یہ اندرونی ذمہ داری ہے۔ اس حرکت میں شدت پیدا ہو رہی ہے اور خدا کے فضل سے کامیابی ہو رہی ہے اور نظر آتا ہے کہ ہم اپنے مقصد کے بہت قریب آتے جا رہے ہیں۔ وہ وسعت ہماری ذمہ داریوں کو بہت بڑھا رہی ہے اور یہ ذمہ داری انسانوں کے کندھوں پر، ان انسانوں کے کندھوں پر جنہوں نے خود کو مہدی علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بشارتیں تھیں کہ اسلام اس زمانہ میں غالب آئے گا مہدی علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے قربانیاں دیں گے اور اللہ کا فضل ہے کہ جماعت کا ایک بڑا حصہ ہر لحاظ سے قربانیاں دے رہا ہے۔

جہاں تک وقفِ عارضی کا تعلق ہے اس میں پندرہ دن ایک خاص شکل میں قربانیاں دینے کا سوال ہے وقفِ عارضی تو ہم نے نام رکھ دیا ہے جانے والے بھی روحانی اور اخلاقی طور پر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جہاں ان کو بھیجا جاتا ہے وہ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی طرف سے بھی مجھے غالباً ہزاروں خطوط وصول ہو چکے ہیں کہ انہیں وقفِ عارضی کے وفود کے آنے سے اور ان کے ساتھ ملاپ کرنے سے اور ان سے باتیں کرنے سے اور ان کا نمونہ دیکھ کر بہت فائدہ پہنچا ہے۔ پس اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اب بھی بہت سے دوستوں کی طرف سے وقفِ عارضی کے وعدے آ رہے ہیں لیکن اس تعداد میں نہیں آ رہے جس تعداد میں آنے چاہئیں۔ دوست اس طرف توجہ دیں۔

میں طالب علموں سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں آ رہی ہیں وہ ضرور وقفِ عارضی پر جائیں ان کا علم بڑھے گا۔ جہاں وہ جائیں گے وہاں کے لوگوں کے لئے انہیں نمونہ بننے کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر نوجوان ان کے لئے نمونہ بنیں گے تو ان پر بڑا اثر ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی عمروں والے اس قسم کا کام کر رہے ہیں۔ ویسے ہم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے تو اپنی عمر کی طرف کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری کی طرف دیکھا تھا اور اتنے شاندار کام کئے اور اتنا اچھا نمونہ بنے ہمارے لئے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ وہ بھی تو آخر نوجوان ہی تھا جس نے سندھ سے اسلام پر حملہ آوروں کو شکست دی اور وہ بھی تو نوجوان ہی تھا جس نے سپین میں عیسائیوں کے اسلام کو کمزور کرنے کے منصوبوں کو ناکام کر کے اسلام کی رحمتوں کو ان علاقوں میں پہنچایا۔ وہ کوئی بڑے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ تو نہیں تھے۔ اس قسم کی باتیں ان کے منہ سے نکلتی تھیں اور اپنے رب پر اس قسم کا توکّل ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے۔ ہم تو اب سنتے بھی ہیں تو اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے مگر یہ امر واقعہ ہے کہ کم وبیش بارہ ہزار کی قیادت کرنے والے نوجوان نے اپنی کشتیوں کو سپین کے ساحل پر جلا دیا کہ ہم نے اب واپس جا کر کیا کرنا ہے ہم آگے جائیں گے۔

ہمارا خدا پر توکّل ہے حالانکہ لاکھوں کی تعداد میں فوج مقابلہ پر تھی بلکہ سارا یورپ مقابلہ پر تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے سے بدی کے معاملات میں تعاون کرتے تھے لیکن مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ سپین کی تاریخ میں پھر آگے جا کر اسی قسم کے اور کئی نظارے ہمیں نظر آتے ہیں۔ تاہم دوستوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب ہم تاریخ کی چھان بین کرتے ہیں تو ہمیشہ اسلام کا دشمن اور مخالف ہی پہل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مسلمان نے کبھی پہل نہیں کی۔ پہل شروع میں کسریٰ کی زبردست طاقت نے کی، قیصر کی زبردست طاقت نے کی، پھر ان کا جو حشر ہوا وہ دنیا جانتی ہے۔ تاریخ انسانی اسے جانتی ہے۔

پس میں اپنے طالب علموں کو بتا یہ رہا ہوں کہ وہ لوگ چھوٹی چھوٹی عمر کے تھے لیکن انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں دی۔ اس وقت جس قربانی کا مطالبہ تھا اب وہ مطالبہ نہیں ہے۔ اب مطالبہ کی شکل بدل گئی ہے لیکن قربانی کا مطالبہ اور اس کی اصل اور حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے اس

وقت کی دنیا مذہبی مخالفت میں تلوار نہیں اٹھاتی الا ما شاء اللّٰہ کہیں سر پھرے نظر آ جاتے ہیں۔ یہ زمین بہت وسیع اور پھیلی ہوئی ہے اس میں خالی خالی کوئی نظر آ جائے تو آ جائے ورنہ عیسائی بھی اور دوسرے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کے نام پر قتل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بحیثیت انسان، انسان نے یہ سبق سیکھ لیا ہے کہ مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم کہیں کوئی سر پھرا اور جاہل انسان اس کے خلاف بھی نظر آ جاتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کہ ہم اس کی طرف توجہ دیں۔ اس لئے آج کا مطالبہ تلوار کے مقابلے میں آنے کا نہیں۔ آج کی قربانی اور مطالبہ یہ ہے کہ دوست اپنے علم میں جلا پیدا کریں اور اپنے عمل میں حسن پیدا کریں اور اپنے دل میں خدا کے لئے محبت ذاتی پیدا کریں اور خدا کی محبت ذاتی میں فنا ہوکر دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں۔ پہلوں نے خدا تعالیٰ پر جو توکل کیا تھا اس کی شکل اور تھی اب ایک دوسری شکل میں احمدی اپنے اندر توکل پیدا کریں۔ آخر گنتی کے چند آدمی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ پر ان لوگوں کو کتنا توکّل تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جو بشارتیں دی ہیں وہ واقعہ ہی خدا تعالیٰ کی بشارتیں ہیں اور اسے اسلام کو غالب کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ پھر ان کو یہ یقین بھی تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ اب آج کا جو نوجوان اس وقت میرے سامنے بیٹھا ہے، وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس وقت کے حالات کیا تھے۔ ساری دنیا ایک طرف تھی اور وہ چند آدمی ایک طرف۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک وقت میں دہلی تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ صرف بارہ آدمی تھے اور اب میرے جیسا عاجز انسان اور امریکہ کی کنونشن میں ایک ہزار آدمی۔ چند دنوں کے بعد گوٹن برگ کی مسجد کا افتتاح کیا تو وہاں بھی ہزار سے اوپر۔ پس وہ جو اکیلا تھا ملک ملک میں ہزاروں بن گیا، بعض جگہ لاکھوں بن گیا۔ غانا میں ۱۹۶۲ء میں ان کی حکومت کی جو مردم شماری کی رپورٹ تھی اس میں انہوں نے بالغ احمدی ایک لاکھ انہتر ہزار کے قریب بتائے تھے۔ بچے وغیرہ ملا کر آپ خود اندازہ لگا لیں کتنے ہوں گے؟ یہ ۱۹۶۲ء کی بات ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب میں وہاں گیا تو اُن کا خیال تھا بالغ احمدی تین لاکھ ہوگئے ہیں۔ بہرحال اب تک اس سے کہیں زیادہ ہو گئے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ جہاں ان میں بڑے مخلص، دعا گو اور سچی خوابیں دیکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نظارے مشاہدہ

کرنے والے بھی ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو زیر تربیت ہیں۔ ایک شخص جو باہر سے آتا ہے احمدی ہوتا ہے اور احمدیت کو قبول کرتا ہے وہ تو صرف تربیت قبول کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ بعض لوگ سمجھا کرتے ہیں کہ احمدیت میں آنے سے پہلے ہی اسے ولی اللہ بن جانا چاہیئے تب اس کی بیعت کروانی چاہیئے۔ اگر وہ احمدیت سے باہر ولی اللہ بن سکتا ہے تو پھر اسے احمدی ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ بیعت تو صرف اس بات کا اعلان ہے کہ وہ آج احمدیت کی تربیت قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہ گویا اس کا پہلا قدم ہوتا ہے پھر کوئی تو ہفتوں میں، کوئی مہینوں میں، کوئی سالوں میں اور کوئی اس سے بھی لمبا عرصہ لے کر آہستہ آہستہ تربیت حاصل کرتا ہے اور ایک انقلاب عظیم اس کی زندگی میں بپا ہو جاتا ہے۔ بعض ٹوٹ بھی جاتے ہیں اور یہ استثنا تو شروع سے ساتھ لگا ہوا ہے لیکن میں بتا یہ رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کے نتیجہ میں اور آپ پر کثرت سے درود بھیجنے کی وجہ سے اور خدا تعالیٰ میں فنا ہونے کی توفیق پا کر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنے ہزاروں بندوں میں سے مجھے اس کام کے لئے منتخب کیا ہے جب کہ میری حالت یہ تھی کہ میں تو اس بات کو پسند کرتا تھا کہ گوشۂ تنہائی میں رہوں اور گمنامی کی حالت میں زندگی کے دن گزار دوں لیکن مجھے خدا تعالیٰ نے کہا۔ اٹھ اور کھڑا ہو جا۔ میں تجھ سے اشاعتِ اسلام کا کام لینا چاہتا ہوں۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے متعلق جو بشارتیں دی تھیں وہ تیرے ذریعہ اور تیری جماعت کے ذریعہ پوری ہوں گی۔ آپ کے اس دعویٰ پر چند آدمی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ حقہ پانی ان کا بھی بند کیا گیا تھا لیکن ان کی بھی کیا شان تھی۔

میں سمجھتا ہوں ہر احمدی کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہونی چاہیئے کہ جس مقام پر ہمارے برگزیدہ پہنچے تھے، ہم اس مقام سے نیچے نہیں رہیں گے باقی جتنی کوئی قربانی دے گا۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت میں جتنا کوئی فنا ہو جائے گا اور جتنی کسی میں طاقت اور استعداد ہو گی اس کے مطابق خدا تعالیٰ اس کو روحانی انعام دیتا چلا جائے گا۔ جھولیاں بھر جائیں گی اور جگہ نہیں رہے گی۔ دینے والا کہے گا اَور لو، لینے والے کہیں گے لیں تو رکھیں کہاں۔ آخر یہ جو کہا گیا تھا کہ مہدی اتنی دولت تقسیم کرے گا کہ لینے والا کوئی نہیں ہو گا اس کا یہی مطلب تھا کہ روحانی خزائن تقسیم کئے جائیں

گے وہ تو مہدی علیہ السلام تقسیم کر گئے۔ خدا تعالیٰ کا جو وعدہ اور بشارت تھی وہ تو پوری ہوگئی لیکن بڑا ہی ناسمجھ ہے وہ احمدی جو اپنی جھولی اتنی بھی اپنے رب سے نہیں بھرواتا جتنی اس کی طاقت اور استعداد ہے اور جس کے مطابق وہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو سمیٹ سکتا ہے۔ پس میں احبابِ جماعت سے یہ کہتا ہوں کہ تم اٹھو اور خدا کی رحمتوں کو سمیٹو اور ہر راہ سے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ہمارے بزرگوں نے خدا تعالیٰ پر جو توکّل کیا تھا اور اکیلی آواز کے گرد چند آدمی اکٹھے ہوگئے تھے اس سے کم توکّل ہمیں نہیں کرنا چاہئے اور اگر ہم ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہ کچھ خدا کی راہ میں پیش کردیں جو ہمارے بزرگوں نے پیش کیا تھا تو خدا تعالیٰ ہمیں بھی وہی کچھ دے دے گا جو انہیں عطا کیا گیا تھا۔ اب تو زمانہ بدل گیا۔ اب تو سمجھنا آسان ہوگیا۔ اب تو توکل کرنے کے لئے ہمارے اندر جرأت پیدا ہوگئی حتی کہ ہمارے کمزور آدمی کے اندر بھی جرأت پیدا ہوگئی۔ ان کے اندر تو کوئی مثال موجود نہیں تھی ہمارے پاس تو ہزاروں مثالیں موجود ہیں ان کے سامنے تو اپنے ملک کی مثال بھی نہیں تھی۔ ہمارے سامنے تو ملک ملک کی مثال ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اسلام کو پھیلا رہا ہے۔ میرے پاس باہر سے خطوط اور تصویریں بھی آتی رہتی ہیں کہ جو مشرک تھے بتوں کو جلا رہے ہیں۔ افریقہ میں لوگ جن پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے اب آگ جلا کر ان کو اس میں پھینک رہے ہیں۔ وہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے تھے یعنی غیر مسلم اور اسلام کے خلاف غلط پراپیگنڈا کیا جارہا تھا اب وہی لوگ گلیوں میں بلند آواز سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں۔ گویا ایک انقلاب بپا ہو رہا ہے لیکن یہ ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچا اور جب تک یہ انقلاب اپنی انتہا کو نہ پہنچ جائے یعنی اسلام دنیا میں غالب نہ آجائے اور دنیا کا ہر دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیت نہ لیا جائے اس وقت تک ہر میدان میں جس قسم کی قربانی کا ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے اس پر لبیک کہنا ہمارے لئے ضروری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عقل عطا کرے اور وہ ہمیں توفیق دے ایسے اعمال کی جن سے وہ راضی ہوجائے اور ہم اس کی رحمتوں کے وارث ٹھہریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲؍فروری ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۶)